سوال

(228) بیت المال کا قیام عندالشرع

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

(الف) شرعی نقطہ نگاہ سے بیت المال کا قیام کیوں کر ہوسکتا ہے اوراس کے شرائط کیا ہیں؟

(ب) کیا کسی امیر کے بغیر بیت المال بن سکتا ہے؟

(ج) بیت المال مرکز میں ہوتا ہے یا بستی میں؟ بستی کا بیت المال الگ بھی ہوسکتا ہے؟

(د) کیا رائج الوقت انجمنیں اپنے خزانہ کا نام بیت المال رکھ سکتی ہیں؟

(ھ) کیا کوئی انجمن اپنے بیت المال میں ہر قسم کے صدقات خیرات زکوۃ جمع کر کے اس سے کتابیں چھاپ کر ان کی تجارت کر سکتی ہے؟ شرعا یہ جائز ہے؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

بیت المال دراصل نام ہے اسلامی خزانہ کا جس کے مختلف شعبے ہوتے تھے۔ اور ہر شعبے کے مشارف جداگانہ اورالگ تھے۔ (جس کا قائم کرنا اوراس کے مصارف پر صرف کرنا واجب تھا اورہے) مثلاًایک شعبہ بیت الخمس کے نام کا ہوتا ہے جس میں غنائم اورركاز کے خمس جمع ہوتے تھے دوسرا شعبہ بیت الصدقات کا تھاجس میں زکوۃ وصدقات کے اموال جمع ہوتے تھے۔

تیسرا شعبہ بیت الخراج والجزیہ والفئی تھا۔ چوتھے شعبے لقطے اورلاوات لوگوں کے ترکے جمع ہوتے تھے۔ بیت المال کے قیام کے لیے اسلامی حکومت وامارت کا ہونا شرط نہیں ہے۔جہاں اسلامی حکومت نہ ہووہاں بھی بیت المال قائم ہوسکتا ہے اسکےلیے صرف جماعتی نظم اور نظام کا ہونا ضروری ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جماعتی کا نظم کا وجود بغیر سردار یا صدر یا امیر یا سربراہ اوراس کی سمع وطاعت کے نہیں ہوسکتا اوراسلام غیر منظم زندگی کا متحمل بھی نہیں پس جس مقام کے مسلمان اس قسم کا نظم قائم کرکے ایک نظام میں مربوط ہوجائیں خواہ اس نظام کوانجمن یا جمعیت کہیں یا کچھ اوریا کوئی نان نہ رکھیں بہر حال وہ اپنے یہاں بیت المال قائم کرسکتے ہیں بلکہ ان کےلیے بیت المال کے بغیر چارہ نہیں۔ موجودہ وقت میں یہاں بیت المال میں مویشیوں کی زکوۃ زمین کی بیدوار کی زکوۃ یعنی عشر نقد سونے اورچاندی کی زکوۃ مال تجارت کی زکوۃ فطرہ چرم قربانی نفلی صدقات لق ُ ے اورلاوارث لوگوں کے ترکے جمع ہوسکتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ بیت المال کےلیے کوئی خاص عمارت اورمکان متعین ہو۔آں حضرت ﷺ کے زمانہ میں اس کےلیے کوئی مکان نہیں تھ کیوں کہ

زکوۃ وعشر اور خراج کی جو رقم آتی تھی وہ فوراً تقسیم کردی جاتی تھی جمع اور محفوظ رکھنے کی نوبت نہیں آتی تھی۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر نے بھی اپنی خلافت میں کوئی بیت المال نہیں بنوایا۔ بلکہ جو کچھ آیا اسی وقت لوگوں کو بانٹ دیا۔ ہاں ابن سعد کی بعض روایتوں سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے بیت المال کے لیے مکان خاص کرلیا تھا لیکن وہ ہمیشہ بند پڑا رہتا تھا۔

سب سے پہلے حضرت عمر فاروق نے بیت المال کی عمارت کی بنیاد ڈالی اور دارالخلافہ (مدینہ منورہ) میں اسلامی خزانہ قائم کیا اور اس کے لیے باقاعدہ افسر اور دوسرے عملہ مقرر کئے۔ مدینہ کے علاوہ تمام صوبوں اور اہم مقامات میں بھی بیت المال قائم کئے۔ معلوم ہوا کہ مرکز کے علاوہ دوسرے اہم مقامامات مثلاً صوبوں اور ضلعوں میں بھی بیت المال قائم کئے جاسکتے ہیں۔

ان مقامی و ضلعی بیت المالوں یک رقوم کو ان کے مقامی مصارف میں صرف کرنے کے بعد جو کچھ بچے وہ مرکز میں منتقل کیا جاسکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ میں یہی دستور تھا۔ رائج الوقت اسلامی انجمنیں اور جمعیتیں بلاشبہ اپنے خزانوں کا نام بیت المال رکھ سکتی ہےیں یہ نام اسلمی حکومت کے خزانے کے لیے نصاً مخصوص نہیں ہے اور نہ اس پر کوئی دلیل وقرینہ موجود ہے۔ پس مسلمان اس نظم کے تحت جہاں کہیں ہوں رقوم مذکورہ بالا جمع کرکے اس کا نام بیت المال رکھ سکتے ہیں۔ صدقات وخیرات کی رقم فقراء ومساکین ودیگر مصارف منوصوصہ کا حق ہے انجمن یا جمعیت وصول کرکے وکالۃ ان اموال کو ان کے مصارف میں صرف کرنے کی ذمہ داری ہے۔

اس رقم میں ایس تجارت جس میں اصل کے اندر نقصان وخسارہ کا ذرہ بھر بھی اندیشہ ہو قطعاً درست نہیں ہے۔ خاص صدقات کی رقم سے تجارت کرنے کے بارےیں خلافت راشدہ کے زمانہ کا کوئی واقعہ نظر سے نہیں گ ارہاں حضرت ابو موسى اشعري امیر بصرہ نے حضرت عمر کے دو صاحبزادوں عبیداللہ اور عبداللہ کو بطور قرض کے بیت المال کی کچھ رقم جو غالباً جزیہ یا خمس غنائم کی تھی دی تھن کہاس ے تجارت کا مال خرید کر مدینہ لے جائےیں اور فروخت کرکے اصل رقم امیر المومنین کے حوالہ کردیں اور نفع خود رکھ لیں۔ حضرت عمر نے اس کو بسند نہیں کیا بھر بعض مصاحبین کے مشورہ سے اس کو مضاربت قرار دے کر اصل رقم اور آدھا نفع بیت المال میں داخل کردیا اور آدھا نفع دونوں لڑکوں کو مضارب ہونے کی حیثیت سے دے دیا۔

بیت المال کی جملہ رقوم اور آ دو خرچ کا باقاعدہ حساب وکتاب رکھنا ضروری ہے اس کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے فقہا نے عاملین میں ساعی جامع محافظ سائق راعی حامل حاست کاتب کیال وزان عداد اور دوسرے اعوان کو داخل سمجھا ہے۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

جلد نمبر 2۔ کتاب الاِمارۃ

صفحہ نمبر 431

محدث فتویٰ